© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ازدواجی تعلقات

سید جلال الدین عمری

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلموں اور مسلمانوں کے تعلقات کو بہتر اور مضبوط بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے قائم ہوں، تاکہ آپس میں جو تہذیبی دوری اور بیگانگی ہے وہ ختم ہو اور وہ ایک دوسرے کے کلچر اور تہذیب سے قریب ہوں اور اسے اختیار کرسکیں۔ اسلام اس اندازِ فکر کا مخالف ہے۔ اس کے نزدیک جن مذاہب کے عقائد اور نظریات میں بنیادی اختلاف ہے ان کے ماننے والوں کا ازدواجی رشتوں میں جڑنا صحیح نہیں ہے۔ ان رشتوں کو اس نے ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ہے۔ سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ
الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ
اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ
عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا
تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ
حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ
لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ
وَاسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس
ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم
ان کا امتحان لے لو، ان کے ایمان کو اللہ
خوب جانتا ہے اگر تمہیں وہ ایمان والی
معلوم ہوں تو انھیں کفار کے پاس واپس
مت بھیجو۔ نہ تو وہ عورتیں کافروں کے لیے
حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان کے لیے حلال
ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ (مہر) خرچ
کیا ہو وہ انھیں ادا کردو۔ ان عورتوں سے
ان کا مہر دینے کے بعد نکاح کرنے میں تم
پر کوئی گناہ نہیں ہے اور تم کافر عورتوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (الممتحنہ ۱۰-۱۱)

کو اپنے نکاح میں روکے مت رکھو۔ جو تم نے (مہر) خرچ کیا ہے۔ وہ (ان سے) طلب کرلو اور جو انھوں نے (مہر) خرچ کیا ہے وہ (تم سے) طلب کریں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف چلی جائیں (اور ان کے مہر نہ ملیں) تو جب تمہاری باری آئے تو جن کی عورتیں چلی گئیں انھوں نے جتنا خرچ کیا ہے اتنا انھیں واپس لوٹا دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ ذی قعدہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کی ایک اہم دفعہ یہ تھی۔

اَنْ لا یأتیك مِنّا احد۔ وان كان على دينك الا رددته علينا وخليت بيننا وبينه [۱]

آپ کے پاس ہمارا جو بھی آدمی آئے گا، چاہے وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو، اسے آپ ہمارے پاس ضرور بھیج دیں گے اور ہمارے اور اس کے درمیان حائل نہیں ہوں گے (ہم اس کے ساتھ جو معاملہ چاہیں اختیار کریں گے۔)

ابن ہشام نے اس دفعہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

من اتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیہ ردّہ علیہم

قریش کا جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اپنے سرپرست کی اجازت کے

---

[۱] بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الشروط فی الاسلام۔ صلح حدیبیہ کے واقعات کی تفصیل کے لیے دیکھی جائے، بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد الخ۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۳/۳۵۶-۳۶۸، طبری، تاریخ ۲/۶۲ سے آگے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوہ علیہ[۱] | بغیر پہونچ جائے اسے وہ ان کے پاس واپس لوٹادیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے کوئی قریش کے پاس پہونچ جائے تو اسے وہ نہیں لوٹائیں گے۔

معاہدہ کی یہ دفعہ بہت سے صحابہ کرام کے لیے شاق گزر رہی تھی۔ حضرت عمرؓ تو اس میں اسلام اور مسلمانوں کی سبکی اور توہین سمجھ رہے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی جس طرح پابندی فرمائی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ معاہدہ ابھی لکھا ہی جارہا تھا کہ حضرت ابوجندل بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے مسلمانوں کے کیمپ میں پہونچے۔ ان کے باپ سہیل بن عمرو نے جو اس وقت قریش کی نمائندگی کر رہے تھے، کہا کہ معاہدہ کی رو سے آپ سہیل کو ہمارے حوالہ کردیں۔ آپ نے فرمایا ابھی تو معاہدہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ تمہارے حوالے نہیں کئے جاسکتے، لیکن چونکہ معاہدہ کے نکات پر پہلے گفتگو ہوچکی تھی اس لیے سہیل نے اصرار کیا کہ ابوجندل کو مکہ بھیجنا ہوگا۔ آپ نے اسے تسلیم کرلیا۔ ادھر حضرت ابوجندل مسلمانوں سے فرمارہے تھے کہ میں مسلمان ہوکر حاضر ہوا ہوں اور اسلام لانے کی وجہ سے جس اذیت اور تکلیف سے دوچار ہوں اسے آپ حضرات دیکھ رہے ہیں۔ کیا اس حال میں مجھے دوبارہ اہل مکہ کے حوالہ کردیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تسلی دی کہ صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی سبیل نکالے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔

فرد یومئذ ابا جندل الی ابیہ سہیل بن عمرو ولم یأتہ احد من الرجال الا ردہ فی تلک المدۃ وان کان مسلما[۲] | اس روز آپ نے حضرت ابوجندل کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالہ کردیا (اس مدت میں) مردوں میں سے جو بھی آیا اسے آپ نے واپس بھیج دیا، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس معاہدہ میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں یا نہیں؟

---

[۱] ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۲۶۶/۳۔

[۲] بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الشروط فی الاسلام۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ معا یں صراحت کے ساتھ ان عورتوں کی بھی واپسی کا ذکر تھا جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئیں لیکن سورۂ ممتحنہ کی ان آیات نے عورتوں کے سلسلے میں اسے منسوخ قرار دیا۔ اس ط اس کا تعلق صرف مردوں سے رہ گیا۔

بعض دوسرے حضرات کی ئے یہ ہے کہ معاہدہ کی اس دفعہ کے الفاظ عام تھے، اس لیے گو اس کا اطلاق مرد اور عورتوں دونوں ہی پر ہوتا تھا لیکن ان آیات نے واضح کردیا کہ وہ اس میں شامل نہ یں۔ اس میں ان کی کمزوری کی رعایت کی گئی ہے[1]

یوں کہنا چاہیے کہ معا ہ میں یہ ایک ترمیم تھی جسے مشرکین نے عملاً قبول کرلیا۔ ورنہ وہ اسے رد بھی کرسکتے تھے

ان دونوں توجیہات سے ہٹ کر ایک اور توجیہ بھی ہوسکتی ہے۔ وہ یہ کہ بخاری کی ایک روایت میں معاہدہ کی اس دفعہ میں 'احد' (کوئی) کی جگہ 'رجل' (مرد) کا لفظ آیا ہے:

لا یأتیک منا رجل وان کان علی دینک الا رددتہ الینا[2]	ہمارے مردوں میں سے جو بھی آپ کے پاس آئے گا، چاہے وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو، اسے آپ ہمارے پاس لوٹا دیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ معاہدہ میں صراحت کے ساتھ مردوں کا تو ذکر ہے لیکن عورتوں کے بارے میں وہ خاموش ہے۔ اس بنا پر جو عورتیں اسلام لانے کے بعد مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس نہیں بھیجا۔ مشرکین کی طرف سے کبھی اعتراض ہوا بھی تو آپ نے فرمایا: "معاہدہ مردوں سے متعلق ہے عورتوں سے متعلق نہیں ہے"، وہ اس کی تردید نہیں کرسکے[3]

---

[1] الماوردی، النکت والعیون: ۴/۲۲۴-۲۲۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۶۲

[2] بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ الخ۔

[3] حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو قدیم الاسلام اور حضرت عثمانؓ کی اخیافی بہن تھیں کا واقعہ ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد اپنے گھروالوں کو چھوڑ کر پیدل مدینہ پہونچیں۔ دوسرے ہی دن ان کے دو =

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضحاک کا بیان ہے کہ معاہدہ میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ کوئی مشرک عورت مکہ سے مدینہ کسی وجہ سے آجائے تو اسے واپس بھیج دیا جائے گا لیکن کسی مسلمان عورت کو جو مدینہ آئے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ البتہ اس کے کافر شوہر کا مہر اسے دے دیا جائے گا فرماتے ہیں:

کان بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین المشرکین عہد ان لا تاتیک منا امراۃ لیست علی دینک الا رددتہا الینا فان دخلت فی دینک ولہا زوج ان ترد علی زوجہا الذی انفق علیہا وللنبی صلی اللہ علیہ وسلم من الشرط مثل ذالک [1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان یہ عہد تھا کہ ایک کے پاس ہماری طرف سے کوئی عورت آجائے جو آپ کے دین کو نہ مانتی ہو تو آپ اسے ہمارے پاس لوٹا دیں گے۔ لیکن اگر وہ آپ کے دین کو قبول کرلے اور اس کا شوہر ہو تو آپ اسے اس کا وہ مہر واپس کردیں گے جو اس نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ اسی قسم کی شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ہے۔

= بھائی عمارہ بن عقبہ اور ولید بن عقبہ مدینہ پہونچ گئے اور معاہدہ کا حوالہ دے کر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت سورۂ ممتحنہ کی آیت نازل ہوئی اور انھیں واپس نہیں بھیجا گیا، لیکن اس کے ساتھ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ اس طرح کے مطالبہ کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کان الشرط فی الرجال ولم یکن فی النساء۔ فتح الباری: ۹/۱۹م۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۶۱ یعنی معاہدہ کی شرط مردوں کے سلسلہ میں تھی عورتوں سے متعلق نہیں تھی۔ حافظ ابن حجر اور علامہ قرطبی نے ایک کم زور قول نقل کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم مکہ میں حضرت عمرو بن العاص کے نکاح میں تھیں فتح الباری، ۵/۳۴۸۔ قرطبی، ۱۸/۶۱۔ لیکن حافظ ابن حجر نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ، میں بہت صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ہجرت سے پہلے ان کی شادی نہیں ہوئی تھی البتہ ہجرت کے بعد یکے بعد دیگرے کئی صحابہ سے ان کی شادی ہوئی۔ ان میں حضرت عمرو بن العاصؓ بھی تھے جن سے شادی کے ایک ماہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ام کلثوم کے تذکرہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام۔ ابن ہشام، سیرۃ النبیؐ: ۳/۲۴۵۔ ۳۴۶۔ طبری، تاریخ الرسل والملوک: ۲/۶۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ: ۷/۳۸۶۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۴/۴۹۱۔

[1] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۴/۹۳۔ آلوسی، روح المعانی جز ۲۸ ص ۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان روایات کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ بحث ختم ہو جاتی ہے کہ مکہ سے مدینہ مسلمان عورتوں کا آنا اور پھر ان کا واپس نہ بھیجنا اصل معاہدہ میں ترمیم کے ذریعہ عمل میں آیا یا تنسیخ کے ذریعہ؛ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاہدہ کے عین مطابق عمل ہو رہا تھا۔ قرآن مجید نے اسی سلسلہ میں ہدایات دیں۔

اس پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں ان مسلمان عورتوں کا ذکر ہے جو ہجرت کرکے مدینہ آئیں اور جن کے شوہر ابھی اسلام نہیں لانے تھے اور مکہ ہی میں تھے۔ ان میں حسب ذیل احکام دئیے گئے۔

۱۔ کوئی مسلمان عورت مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تو تحقیق کرلی جائے کہ وہ اسلام لانے میں مخلص ہے۔ کسی دنیوی غرض، شوہر سے نزاع، خانگی جھگڑوں، کسی قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے یا دوسری شادی کے ارادہ سے ہجرت نہیں کی ہے[1]

۲۔ تحقیق سے اگر معلوم ہو کہ اس نے سنجیدگی سے اسلام قبول کیا ہے اور اس کی ہجرت کا خدا اور رسول کی خوشنودی اور دینی جذبہ کے سوا کوئی دوسرا محرک نہیں ہے تو اسے دوبارہ مکہ نہ لوٹایا جائے۔ اسلام لانے کے بعد اس کا اپنے مشرک شوہر سے رشتہ منقطع ہوگیا۔ مسلمان عورت غیر مسلم کے لیے اور غیر مسلم مرد مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں ہے۔

۳۔ جو مسلمان عورت اپنے غیر مسلم شوہر کو چھوڑ کر مدینہ آجائے اس سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے اور عورت بھی اس کے لیے آمادہ ہو تو مہر ادا کرکے نکاح کرسکتا ہے۔

۴۔ مشرکین نے اپنی مسلمان بیویوں کو جو مہر دیا ہے وہ ان کو واپس کردیا جائے اور مسلمان جن مشرک عورتوں کو چھوڑیں اپنا مہر ان سے (یا ان کے اولیاء سے) واپس لے لیں[2]

۵۔ اس حکم کے آنے کے بعد جن عورتوں نے مدینہ ہجرت کی ان کے کافر شوہروں کے مہر مسلمانوں نے تو ادا کردئے لیکن مسلمانوں نے جن مشرک عورتوں کو چھوڑا تھا ان کے مہر ادا کرنے سے مشرکین نے انکار کردیا[3]

---

[1] جن باتوں کی تحقیق کی جاتی تھی ان کی تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ ابن جریر، تفسیر جزء ۲۸ ص ۴۱-۴۲ طبع قدیم

[2] اس سلسلہ کی روایات کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن جریر، تفسیر جزء ۲۸ ص ۴۲۔

[3] ابن جریر، تفسیر ۲۸/۴۵، زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۴/۹۴۔ آلوسی، روح المعانی جزء ۲۸ ص ۷۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس صورت حال کا علاج یہ تجویز ہوا کہ مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو مہر کی رقمیں نہ ملیں تو جو رقمیں انھیں دی جانے والی ہیں وہ روک لی جائیں اور یہ ان مسلمانوں کو دی جائیں جن کا نقصان ہوا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ بیت المال سے اس کی تلافی کی جائے گی۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ ابن کثیر اور ابن جریر نے لکھا ہے۔ پہلی صورت پر عمل نہ ہو سکے تو دوسری اختیار کی جا سکتی ہے[1]

مدینہ کی اسلامی ریاست کا اہل مکہ سے معاہدہ امن تھا، اس لیے ان احکام کا تعلق ایک معاہد قوم سے ہے۔ جن قبائل سے اس طرح کا معاہدہ نہیں تھا ان کے سلسلہ میں حضرت مجاہد اور قتادہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ آیت وان فاتکم شیٔ..... میں یہ کہا گیا ہے کہ ان قبائل کی کوئی عورت ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اس وقت تک اس کا مہر اس کے کافر شوہر کو واپس نہ کیا جائے جب تک کہ مدینہ سے ان کی طرف جانے والی عورت کا مہر وہ واپس نہ کر دیں[2]

یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ جس مسلمان عورت کے غیر مسلم شوہر کو اس کا مہر واپس کیا جائے وہ اس عورت سے اب نکاح کرنے والے کی طرف سے اس کا مہر شمار نہیں ہوگا۔ اس کے لیے اسے الگ سے مہر ادا کرنا ہوگا۔ ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر عورت کو مہر کی رقم اس لیے دی جائے کہ وہ اپنے سابق شوہر کا مہر واپس کر دے تو گویا یہ پیشگی مہر یا مہر معجل متصور ہوگا۔ اسی طرح بطور قرض اسے رقم دی جائے اور اس کی ادائیگی کو مہر مان لیا جائے تو یہ بھی صحیح ہوگا۔ بہر حال اس کے مشرک شوہر کو مہر کی جو رقم واپس کی گئی وہ الگ ہے اب جو مہر دیا جائے گا اس کا اس سے تعلق نہیں ہے[3]

اس آیت میں مہاجر عورتوں کے متعلق پہلی بات یہ کہی گئی:

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ	اگر تمہیں وہ ایمان والی معلوم ہوں تو انھیں
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ	کفار کے پاس واپس مت بھیجو۔ نہ تو وہ

---

[1] ابن جریر، تفسیر، ۲۸/ ۴۷ ابن کثیر، تفسیر القرآن: ۴/ ۳۵۲

[2] ابن جریر، تفسیر، ۲۸/ ۴۵

[3] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۴/ ۹۳۔ آلوسی، روح المعانی: جزء ۲۸ ص ۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۔ عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافران کے لیے حلال ہیں ۔

اس میں واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے کہ اہل ایمان عورتیں ہجرت کرکے مدینہ آجائیں تو انھیں دوبارہ مکہ نہ بھیجا جائے اس لیے کہ اب وہ اپنے مشرک شوہروں کے لیے اور مشرک شوہران کے لیے حلال نہیں رہے ۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں دارالحرب میں کوئی عورت اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت کرکے دارالاسلام پہونچ جائے تو دارالحرب میں اس کا جو مشرک شوہر ہے اس سے اس کا ازدواجی رشتہ خودبخود منقطع ہوگیا ۔ اختلاف دار نے دونوں کے نکاح کو ختم کردیا۔[۱] امام شافعی کے نزدیک میاں بیوی میں سے ایک کا اسلام قبول کرنا اور دوسرے کا اسلام قبول نہ کرنا اس تفریق کا سبب ہے ۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مومنہ کسی کافر کے لیے اور کسی مومن کا نکاح کسی مشرکہ سے حلال نہیں ہے ۔ یہ زبردست دلیل ہے اس بات کی کہ مسلمان عورت کو اس کے کافر شوہر سے الگ کرنے والی چیز اسلام ہے نہ کہ ہجرت ۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان اختلاف دار نے تفریق پیدا کی ہے ۔ امام مالک کے ہاں بھی اس کا اشارہ بلکہ صراحت ملتی ہے ۔ لیکن پہلی رائے ہی صحیح ہے ۔ اس لیے کہ ' لَا هُنَّ حِلٌّ لهم ولاهم يحلون لهن ' کے الفاظ نے واضح کردیا ہے کہ مسلمان مرد کے لیے غیر مسلم عورت اور مسلمان عورت کے لیے غیر مسلم مرد کے حلال نہ ہونے کی وجہ اسلام ہے نہ کہ اختلاف دار ۔ علامہ ابوعمر ابن عبدالبر کہتے ہیں دار کی وجہ سے اس میں فرق نہیں کیا گیا ہے ۔ کتاب اللہ میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور نہ قیاس ہی سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ اس میں دین ہی کو دیکھا جائے گا کہ وہ ایک ہے یا نہیں۔[۲]

اس مسئلہ میں فقہاء کے مسلک یہ ہیں ۔

۱۔ میاں بیوی اگر ایک ساتھ اسلام لے آئیں تو پہلے نکاح پر قائم رہیں گے ۔ چاہے

---

[۱] احناف کے نقطۂ نظر کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو جصاص، احکام القرآن: ۳/۵۳۸ - ۵۴۱

[۲] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۶۳ ۔ نیز ملاحظہ ہو ۔ ص ۶۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا نکاح کسی بھی طریقہ سے ہوا ہو۔ ازسرِ نو نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اِلّا یہ کہ ان کے درمیان کوئی ایسا نسبی رشتہ ہو جس سے نکاح کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے یا رضاعت کا تعلق ہو۔ علامہ ابن عبدالبر کے بقول اس پر امت کا اجماع ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بہت سے ایسے افراد اسلام لائے جن کی بیویوں نے بھی اسلام قبول کیا اور وہ اپنے سابق نکاح پر قائم رہے۔ آپ نے ان سے شروط نکاح اور کیفیت نکاح کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔[1]

امام ابو حنیفہ نے دارالاسلام اور دارالحرب کے احکام میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک دارالاسلام میں اگر عورت اسلام قبول کرتی ہے اور شوہر دینِ شرک پر قائم ہے تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر اسلام لے آئے تو وہ اس کی بیوی رہے گی ورنہ قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ یہ طلاق شمار ہوگی۔ اس کے برخلاف کوئی مرد اسلام قبول کرتا ہے اور اس کی بیوی (مثلاً) مجوسی ہے تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر قبول کرلے تو اس کی بیوی رہے گی ورنہ قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا لیکن یہ طلاق شمار نہ ہوگی۔[2]

دارالحرب میں اگر کوئی عورت اسلام لائے اور اس کا شوہر حالت شرک ہی پر قائم رہے یا کوئی مرد اسلام لائے اور اس کی مجوسی بیوی اسلام نہ لائے تو ان کے درمیان تفریق اس وقت واقع ہوگی جب کہ عورت کی تین ماہواری اور ماہواری نہ ہونے کی صورت میں تین ماہ کی مدت گزر جائے۔[3]

میاں بیوی مسلمان ہیں لیکن ایک دارالحرب میں اور دوسرا دارالاسلام میں مقیم ہے تو اس سے ان کے درمیان تفریق نہ ہوگی۔[4]

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے پہلے اسلام لے آئے اور شوہر حالت شرک پر قائم رہے تو اسے (عدت پوری ہونے تک) موقع دیا جائے گا۔

---

[1] ابن قدامہ، المغنی: ۶/ ۶۱۳، نیز ۶۱۴ مزید ملاحظہ ہو۔ ابن الہمام، فتح القدیر: ۲/ ۵۰۲، ۵۰۴

[2] ہدایہ مع فتح القدیر: ۲/ ۵۰۶

[3] حوالہ سابق ص ۵۰۸ — [4] جصاص، احکام القرآن: ۳/ ۵۴۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر وہ اس مدت میں اسلام لے آتا ہے تو بیوی سے اس کا تعلق باقی رہے گا۔ مدت گزرنے کے بعد تفریق ہو جائے گی۔ امام مالک نے اس سلسلہ کے بعض واقعات بھی بیان کیے ہیں کہ دور رسالت میں بیوی کے اسلام لانے کے دو ایک ماہ بعد شوہر کو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو باقی رکھا۔

اگر مرد کے اسلام لانے کے فوراً بعد عورت اسلام نہ لائے تو فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان تفریق ہو جائے گی۔[1]

امام زہری، امام شافعی، اوزاعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک میاں بیوی میں سے ایک اسلام قبول کرے اور دوسرا قبول نہ کرے تو عدت پوری ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔ اس مدت میں اسلام نہ لائے تو دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے گی۔[2]

اس بحث کا تعلق اس سے ہے کہ عورت کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی ہو لیکن اگر خلوت نہیں ہوئی ہے تو علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کا نکاح فوراً ختم ہو جائے گا یہاں عدت کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔[3]

دارالحرب اور دارالاسلام کی پیچیدہ اور اختلافی بحث سے قطع نظر۔ جس پر تفصیل سے گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس موضوع پر فقہاء کے خیالات ہم نے اختصار کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ علماء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت نے مسلمانوں اور مشرکین کے ازدواجی تعلقات ختم کر دئے۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ	نہ وہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ مرد ان عورتوں کے لیے۔

کے تحت حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

---

[1] موطا امام مالک: کتاب النکاح، باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ

[2] ابن قدامہ، المغنی: ۶/۶۱۶ قرطبی، تفسیر: ۱۸/۶۷

[3] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۶۷۔ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکۃ او النصرانیہ الخ مع فتح الباری: ۹/۴۲۰-۴۲۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھٰذہ الآیۃ ھی التی حرمت	یہی آیت ہے جس نے مسلمان عورتوں کے
المسلمات علی المشرکین	لیے مشرکین سے نکاح کو حرام قرار دیا۔ آغاز
وقد کان جائزا فی ابتداء الاسلام	اسلام میں مشرک کا مومنہ سے شادی کرنا
ان یتزوج المشرک المومنۃ[1]	جائز تھا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں۔ لَا ھُمْ حِلٌّ لَّھُمْ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ عربی قواعد کے لحاظ سے اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ جدائی ثابت ہے اور جو نکاح ہو چکے وہ ختم ہو گئے۔ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ، جملہ فعلیہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب مستقبل میں بھی ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تکرار حرمت اور قطع تعلق پر زور دینے اور اسے موکد کرنے کے لیے ہو۔[2]

آیت میں حکم ہے۔ وَلَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ۔

امام نخعی فرماتے ہیں:

وکان الکفار یتزوجون	کفار مسلمان عورتوں سے اور مسلمان مشرک
المسلمات والمسلمون یتزوجون	عورتوں سے نکاح کرتے تھے۔ اس
المشرکات ثم نسخ ذالک فی ھٰذہ الآیۃ[3]	آیت میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔

مجاہد اس حکم کے ذیل میں کہتے ہیں:

اصحاب محمد امروا بطلاق	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو حکم دیا
نساءھم کوافر بمکۃ قعدن	گیا کہ مکہ میں ان کی جو کافر بیویاں کفار کے
مع الکفار[4]	ساتھ رہ گئی ہیں انھیں طلاق دے دیں۔

قتادہ کہتے ہیں۔

مشرکات العرب اللاتی	عرب کی مشرک عورتیں جنھوں نے
یأبین الاسلام امر ان یخلی	اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا حکم
سبیلھن[5]	دیا گیا کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔

---

[1] ابن کثیر، تفسیر: ۴/۳۵۱ [2] آلوسی، روح المعانی جزء ۲۸/ص ۷۶

[3] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۶۵/۱۸ [4] ابن جریر، تفسیر جزء ۲۸/۴۵ [5] حوالہ سابق۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ ابن جریر طبری آیت کے اس فقرہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ھٰذا نہی من اللہ للمؤمنین	اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین
عن الاقدام علی نکاح النساء	کو مشرک عورتوں سے جو بت پرست ہیں
المشرکات من اھل الاوثان	نکاح کا اقدام کرنے سے منع کیا گیا ہے
وامرھم بفراقھن[1]	اور ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حکم پر جس طرح عمل ہوا اس کا ذکر امام زہری ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فطلق المومنون حین	جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں
انزلت ھٰذہ الآیۃ کل امرأۃ	نے ہر اس کافر عورت کو جو ان میں سے
کافرۃ کانت تحت رجل منھم[2]	کسی کے عقد میں تھی، طلاق دے دی۔

اس حکم کے آنے کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکہ ہی میں مقیم تھیں طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک قریبہ بنت ابوامیہ تھی، جس کا نکاح حضرت معاویہؓ سے ہوا جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ دوسری ام کلثوم بنت عمرو بن جرول الخزاعی تھی، جس سے اسی کے خاندان کے ایک شخص ابوجہم بن حذیفہ بن غانم نے شادی کر لی۔[3]

حضرت عیاض بن غنم نے اپنی بیوی ام الحکم بنت ابوسفیان کو طلاق دی۔ ان سے عبداللہ بن عثمان ثقفی نے شادی کر لی۔[4]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اروی بنت ربیعہ کو طلاق دی، بعد میں یہ اسلام لائیں اور ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو حضرت خالد بن سعید بن العاص سے ان کا نکاح ہوا۔[5]

جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور جن کے شوہر کافر تھے ان سے ان کا ازدو ِ ی

---

[1] ابن جریر طبری، تفسیر: جزء ۲۸ ص ۴۴ [2] حوالہ سابق

[3] بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب۔ ابن ہشام، سیرۃ ال[illegible] ۳۴۰/۳: طبری، تاریخ الرسل والملوک ۶۴۰/۲۔ اس سلسلہ کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۹/۹ [illegible]

[4] بخاری، کتاب الطلاق، باب نکاح من اسلم من المشرکات وعدتہن۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی [illegible] الاصحاب علی ہامش الاصابہ لابن حجر: ۴/ ۴۴۵

[5] ابن حجر، فتح الباری: ۹/۳۱۹۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/ ۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رشتہ ختم ہو گیا۔

۱۔ سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ۔ روایات میں آتا ہے کہ حدیبیہ میں معاہدۂ صلح کی کتابت جیسے ہی مکمل ہوئی وہ خدمت میں پہونچیں تو ان کے شوہر بھی جن کا نام مسافر مخزومی یا صیفی بن الراہب تھا۔ پہونچ گئے اور کہا کہ میری بیوی کو واپس بھیجئے اس لیے کہ معاہدہ کی شرائط میں یہ داخل ہے اور ابھی کتابت کی روشنائی خشک بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورۂ ممتحنہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور بقول زمخشری معاہدہ میں جو اجمال تھا اسے اس نے کھول دیا۔ آپ نے انھیں واپس نہیں بھیجا۔ مدینہ میں ان کی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی[1]

امیمہ بنت بشر۔ اسلام لانے کے بعد یہ اپنے کافر شوہر حسان بن دحداح اور طبری کی روایت کے مطابق ثابت بن دحداح سے فرار ہو کر مدینہ پہونچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو ختم کر کے سہل بن حنیف سے ان کا نکاح کر دیا جن سے ان کے صاحبزادے سہل بن حنیف ہیں۔ روایت میں ہے کہ سورۂ ممتحنہ کی آیت ان کے سلسلہ میں نازل ہوئی[2]

اس طرح کی بعض اور خواتین کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن ان سے متعلق تفصیلات میں اختلاف ہے اس لیے یہاں ان کا ذکر نہیں کیا جارہا ہے[3]۔ (باقی آئندہ)

---

[1] زمخشری، الکشاف: ۴/۹۳، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۶۱۔ ابن حجر، فتح الباری، ۵/۳۴۸۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۴/۳۲۵

[2] طبری، تفسیر، جزء ۲۸ ص ۴۴۔ ابن حجر، فتح الباری: ۵/۳۴۸۔ علامہ ابن اثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امیمہ بنت بشر کا تعلق انصار کے خاندان بنو عمرو بن عوف سے تھا اور آیت مہاجرین کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ اسد الغابہ: ۷/۲۵۔ حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے امیمہ بنت بشر کے شوہر انصار سے متعلق نہ ہوں، وہ ان کو مکہ منتقل کر کے لے گئے ہوں اور پھر وہ وہاں سے مدینہ آئی ہوں۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۴/۲۴۹

[3] ابن حجر، فتح الباری: ۵/۳۴۸۔

© rasailojaraid.com